محمد عبدالشہید نعمانی

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت

اور

صحابہؓ سے ان کی روایت

یہ ہیں وہ حضرات جنہوں نے صحابہؓ سے امام اعظمؒ کی روایت پر مستقل اجزاء تالیف کیے ہیں۔ ان حضرات کے تراجم سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ یہ کس جلالت شان کے حامل تھے۔ اس پر بھی غور کرلیجیے کہ ان اجزاء کے مدونین میں حنفی بھی ہیں اور شافعی بھی، بلندپایہ فقیہ بھی ہیں اور محدث وحافظ حدیث بھی۔ پھر ان اجزاء کی روایت جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے محدثین میں متداول بھی رہی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں امام ابوحنیفہ کے تذکرہ میں جو یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

وذکر بعضھم انہ روی عن سبعۃ من الصحابۃ. واللہ اعلم [1]	بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے سات صحابہؓ سے روایت بھی کی ہے۔

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض اجزاء ان کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔ حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے روایت کی صحت پر نہ تو کوئی جرح

---

[1] ترجمہ ابوحنیفہؒ بذیل سن ۱۵۰ھ

کی ہے، اور نہ اس بارے میں انھوں نے کسی خدشہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سلسلہ میں یہ اظہارِ خیال فرمایا ہے:

وقد جمع بعضھم جزءاً فیما ورد من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ لکن لا یخلو اسنادھا من ضعف ۔[۱]

اور بعض حضرات نے صحابہ سے امام ابوحنیفہ نے جو روایتیں کی ہیں ان کے بارے میں مستقل جزء جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ حافظ صاحب کی یہ جرح مبہم ہے اور اصولِ حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جرح مبہم ناقابلِ اعتبار ہے۔ معلوم نہیں حافظ صاحب کی نظر سے اس موضوع پر ان سب حضرات کے اجزاء گزرے تھے یا صرف بعض کے۔ بہرحال حافظ صاحب کے مذکورۂ بالا الفاظ لکن لا یخلو اسنادھا من ضعفٍ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو ان کی اسانید میں صرف ضعف کی شکایت ہے، وضع و اتہام یا کذب کا وجود ان کی نظر میں بھی ان اجزاء میں سرے سے موجود نہیں ہے اور یہ بھی اصولِ حدیث کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ مناقب ضعیف روایات سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں بہت سے ایسے صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن کی صحابیت ایسی ہی روایات سے ثابت ہے۔

چنانچہ الاصابہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

انی اوردت فی القسم الاول من وردت صحبتہ بطریق الروایۃ سواء کانت الطریقۃ صحیحۃ او حسنۃ او ضعیفۃ۔

میں پہلی قسم میں ان لوگوں کو لایا ہوں جن کا صحابی ہونا بطریق روایت ثابت ہے خواہ روایت کی سند صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔

دیکھیے یہاں حافظ صاحب نے صاف اقرار فرمالیا ہے کہ وہ قسم اول کے صحابہ میں ایسے لوگوں کا بھی شمار کریں گے کہ جن کی صحبت کا ثبوت بطریق ضعیف وارد ہوا ہے اور یہی حافظ

---

[۱] التعقیب بر حاشیہ کشف الاستار صفحہ ۱۳۲

صاحب کی تصریح امام صاحبؒ کی روایت کے بارے میں بھی ہے۔ حافظ صاحبؒ کی ان دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کر لیجیے کہ جس اصول پر حافظ صاحب کے نزدیک قسم اول کے صحابہؓ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے اسی اصول پر امام صاحب کی روایتِ صحابہ بھی ان کے نزدیک ثابت ہے۔

کتنے تعجب کا مقام ہے کہ کسی صحابی کی صحابیت کے بارے میں کوئی روایت ضعیف ملے تو ایسے صحابی کو قسم اول میں داخل کیا جائے ۔ اور امام اعظم کی صحابہؓ سے روایت کردہ کسی حدیث میں ضعف ہو تو اس پر جرح مبہم کر کے اس کی اہمیت کو مجروح کر دیا جائے۔

حافظ صاحب کے مشہور شاگرد علامہ سخاوی نے بھی "فتح المغیث" میں عالی اور نازل کی بحث میں امام صاحبؒ کی "وحدان" کا ذکر کرتے ہوئے یہی وطیرہ اختیار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

والوحدان فی حدیث الامام ابی	امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں "روایات وحدان"[ع]
حنیفۃ لکنہ بسندٍ غیر مقبول اذ	ہیں، لیکن غیر مقبول سند کے ساتھ۔ اس لیے کہ معتمد
المعتمد انہ لا روایۃ للامام عن	بات یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے
احدٍ من الصحابۃ ۔ ۵۱	روایت نہیں کی ۔

غیر مقبول کے الفاظ بھی ضعف ہی پر دلالت کرتے ہیں، اتہام بالکذب یا وضع کو نہیں بتلاتے

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عالی اور نازل کی بحث میں جو اصول حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے "وحدان" کی مثال میں امام صاحبؒ کی روایات ہی قابلِ ذکر سمجھی جاتی ہیں۔ کیونکہ محدثین نے امام اعظم کی روایات کی جمع وتدوین پر خاص توجہ دی ہے اور تمام تابعین میں یہ خصوصیت صرف امام ابوحنیفہ کو حاصل ہے کہ ان کی ان تمام روایات کو جو صحابہ سے انھوں نے سنی تھیں۔ بڑے بڑے نامور محدثین نے مستقل طور پر علٰحدہ جمع کیا ہے، جن میں سے بعض کے نام ابھی آپ کی نظر سے گزرے۔ بہرحال ان روایات کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ اور ان کے خلیفہ حافظ سخاوی

---

۵۱ صفحہ ۳۴۲ ع یعنی وہ روایتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیک واسطہ مروی ہیں۔

جو متأخرین میں بڑے بالغ نظر سمجھے جاتے ہیں اس سے سخت ریمارک پیش نہ کر سکے کہ یہ روایات ضعف سے خالی نہیں۔ اور یہ سُن کر شاید تعجب ہو کہ امام صاحبؒ کی "وحدان" ثبوت کے لحاظ سے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سُنن ابن ماجہ کی "ثلاثیات" سے زیادہ قوی ہیں کیوں کہ حافظ سخاوی "ثلاثیاتِ ابن ماجہ" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وخمسة احادیث فی ابن ماجة	اور سُنن ابن ماجہ میں پانچ "ثلاثی احادیث" ہیں ،
لکن من طرق بعض المتهمین۔ سلہ	لیکن وہ بعض متّہم لوگوں کی سند سے ہیں ۔

اُصولِ حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ متّہم کا لفظ دُوسرے درجہ کی جرح ہے اور ضعیف کا لفظ پانچویں درجہ کی ۔جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابن ماجہ کی "ثلاثیات" صحت کے اعتبار سے امام صاحبؒ کی "وحدان" سے تین درجہ فروتر ہیں - اسی لیے جلال الدین السیوطی کو "تبییض الصحیفة فی مناقب الامام إبی حنیفة" میں ناچار یہ کہنا پڑا :

هذا أخر ما ذکره الحافظ ابن حجر	یہ آخری بات ہے جو حافظ ابن حجر نے ذکر کی ۔
وحاصل ما ذکره هو وغیره الحکم	حافظ صاحب وغیرہ نے اس بحث میں جو کچھ بیان کیا
علی اسانید ذلك بالضعف وعدم	اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ان روایات کی اسانید پر
الصحة لا بالبطلان . وحینئذ	ضعف اور عدمِ صحت کا حکم لگاتے ہیں اس کو باطل نہیں
فسهل الامر فی ایرادها لان	کہتے اور اس صورت میں ان روایات کے بیان کرنے
الضعیف یجوز روایته ویطلق	کا مسئلہ آسان ہے کیونکہ حدیث ضعیف کی روایت بھی
علیه انه وارد کما صرحوا۔	جائز ہے اور اس کے بارے میں یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ
سلہ	روایت آئی ہے چنانچہ علماء نے اس مسئلہ کی تصریح کردی ہے۔

سلہ فتح المغیث صفحہ ۳۳۷ سلہ صفحہ ۱۳۲ برحاشیہ کشف الاستار

سلہ واضح رہے کہ "صحت" محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے اس کی نفی سے روایت کے حسن ہونے کی بھی نفی ہوتی کجاکہ اس کو بے اصل ، باطل یا موضوع قرار دیا جائے ۔بس اتنی بات ہے کہ حدیث ضعیف قوت میں حسن نہیں ہوا کرتی۔

اوراسی لیے حافظ سیوطی نے اپنی مشہور کتاب "جمع الجوامع" میں جو حدیث پر ان کی سب سے مبسوط ترین تصنیف ہے اورجس کے بارے میں خود ان کی تصریح ہے کہ

ما اوردت فیہ حدیثاً موضوعاً اتفق	میں نے اس کتاب میں کوئی موضوع حدیث درج نہیں
المحدثون علی ترکہ وردہ ۔ ۵۱	کی کہ جس کے رد اور ترک پر محدثین کا اتفاق ہو۔

حدیث مَنْ تفقّہَ فِی دینِ اللہِ کفاہ اللہ ھمّہٗ الخ کو زیب قرطاس کیا ہے ۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے براہِ راست حضرت انس بن مالکؓ اور عبداللہ بن الحارث بن حبزء رضی اللہ عنہما سے سُن کر روایت کیا ہے ۔ اوران دونوں حضرات کا شمار مشہور صحابہ میں ہے ۔

چنانچہ جمع الجوامع کی اصل عبارت یہ ہے :-

من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ	جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اللہ تعالیٰ
ھمّہٗ ورزقہٗ من حیث لایحتسب	تمام معاملات میں اس کی کفالت کرے گا اوراس کو
الرافعی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ	وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم وگمان
عن انس "الخطیب" و"ابن النجار"	بھی نہ ہوگا ۔اس روایت کو رافعی نے بطریق ابی یوسف
عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ عن	عن ابی حنیفہ عن انس اور خطیب اور ابن النجار نے بطریق ابی یوسف
عبداللہ بن جزء الزبیدی ۔	عن ابی حنیفہ عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی
۵۲	روایت کیا ہے ۔

انصاف سے دیکھا جائے تو امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنے کا مسئلہ اتنا اہم نہ تھا جتنا اُس کو بنا دیا گیا ہے اورپھر ان احادیث کی تحقیق میں کہ جن میں امام صاحبؒ کا صحابہؓ سے سماع مذکور ہے حد سے زیادہ سختی برتی گئی ہے ۔ اگرچہ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ ان روایات پر کلام کا منشا کیا تھا اوراس سلسلہ میں کونسا جذبہ کارفرما تھا ۔شافعی مؤرخین کی یہ ہزہ

---

۵۱ "مقدمہ لمعات شرح مشکوٰۃ" از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ صفحہ ۲۲ طبع مطبع معارف علمیہ لاہور سنہ ۱۳۹۰ھ

۵۲ ملاحظہ ہو "کنز العمال" جلد ۵ صفحہ ۲۰۷ کتاب العلم من قسم الاقوال ، و"منتخب کنز العمال" جلد ۴ صفحہ ۳۵ کتاب العلم بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل طبع مصر ۔ اس حدیث کی صحت پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے ۔

اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی روایت کو بنیاد بنا کر حافظ صاحب نے امام صاحبؒ کی تابعیت کے حق میں فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا اب یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے جو مرویات ہیں، ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں حافظ ابن حجر جیسے شخص کے شایان شان نہیں ہے۔

۲:۔ یہ معاملہ صرف اسی ایک روایت تک محدود نہیں ہے بلکہ صحابہ سے امام صاحبؒ کی بعض ایسی مرفوع روایتیں بھی موجود ہیں جن کا سلسلہ رواۃ ضعف سے یکسر خالی ہے اور وہ صحت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سبرۃ الجعابی المتوفی ۳۵۵ھ اپنی کتاب "الانتصار لمذہب ابی حنیفہ" میں فرماتے ہیں:

حدثنی ابو علی عبید[عہ] اللہ بن جعفر الرازی عن کتاب فیہ حدیث ابی حنیفۃ حدثنا ابی ثنا محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف، قال سمعت ابا حنیفۃ یقول حججت مع ابی سنۃ ست وتسعین و لی ست عشرۃ سنۃ فاذا انا بشیخ قد اجتمع علیہ الناس فقلت لابی من ھذا الشیخ قال ھذا رجل قد صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی فقلت لابی ای شئ عندہ قال احادیث سمعھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت قدمنی الیہ حتی اسمع منہ فتقدم بین یدی فجعل یفرج عنی الناس حتی دنوت منہ فسمعت منہ [illegible] رسول اللہ

مجھ سے ابو علی عبید اللہ بن جعفر رازی نے اس کتاب میں سے جس میں امام ابو حنیفہ کی حدیثیں درج تھیں بیان کیا کہ ہم سے ہمارے والد نے محمد بن سماعہ کے حوالے امام ابو یوسف سے بیان کیا کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ۹۶ھ میں جب کہ میری عمر سولہ[۱۶] سال تھی اپنے والد کے ساتھ حج کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ کے گرد لوگوں کا مجمع ہے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، ان کا نام عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی ہے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ان کے پاس کیا چیز ہے (جو مجمع لگا ہے) انھوں نے جواب دیا احادیث ہیں جن کو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلیے تاکہ میں ان سے حدیثیں سنوں، چنانچہ وہ میرے آگے ہو لیے اور میرے لیے راستہ صاف کرنے لگے یہاں تک

عہ مناقب کے مطبوعہ نسخہ میں طباعت کی [illegible] بجائے عبداللہ بن گیا ہے۔

عمل ہے کہ جب بھی ائمۂ حنفیہ کے مناقب کا بیان ہوتا ہے تو ان کے یہاں تحقیقات کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک ایک بات کو نقد و جرح کی کسوٹی پر پوری طرح پرکھا جاتا ہے لیکن جب اپنے ائمہ کا ذکر چھڑتا ہے تو ساری تحقیقات بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو ہی لے لیجیے۔ حافظ ابن حجر نے رؤیت صحابہؓ کا اقرار کیا تو صحابہؓ سے امام صاحب کی روایت کو ضعیف قرار دے دیا۔ حالانکہ خود حافظ صاحبؒ نے "تقریب التہذیب" کے مقدمہ میں جو امام شافعی کو تبع تابعی بتایا ہے تو اس کے ثبوت میں کسی ایک ضعیف روایت کو بھی پیش نہیں کیا ہے۔ اور اس دعوے کا ثبوت آج بھی ان حضرات کے ذمہ ہے جو حافظ صاحب کے اس دعوے کی تائید کریں۔

افسوس ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث میں اس جلالت شان کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی بجا طور پر ان سے توقع کی جا سکتی تھی۔ اگر حافظ صاحب ذرا غور سے کام لیتے تو ان کے سامنے ایسی حدیثیں موجود تھیں جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان میں صحابہ سے امام صاحبؒ کی روایت بصراحت موجود ہے۔ مثال کے طور چند حدیثیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

۱۔ "طبقات ابن سعدؒ" کی مذکورہ سابق روایت کے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور کیجیے، حدیث کا پورا متن مع سند درج ذیل ہے۔

حدثنا المعوفق سیف بن جابر	ہم سے موفق سیف بن جابر قاضی واسط نے
قاضی واسط قال سمعت اباحنیفة	بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ حضرت
یقول قدم انس بن مالکؓ الکوفة	انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے اور بنو النخع
ونزل النخع وکان یخضب بالحمرة	میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور میں
وقد رأیته مرارا۔ ھذا[۵]	نے انھیں متعدد بار دیکھا ہے۔

کان یخضب بالحمرة حدیث فعلی ہے جس کو امام صاحبؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے براہ راست روایت کر رہے ہیں۔ اس کی سند کے بارے میں خود حافظ صاحب کو تسلیم ہے کہ

۵؎ انتاف الاکابر بمرویات الشیخ عبدالقادر (قلمی) وعقود الجمان فی مناقب النعمان۔ باب ثالث

صلی اللہ علیہ وسلم من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب۔ [1]

کہ میں ان کے قریب ہوگیا اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا، اللہ تعالی تمام معاملات میں اس کے لیے کافی ہوگا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

حافظ ابوبکر جعابی، محدث حاکم نیشاپوری، حافظ ابونعیم اصفہانی اور دارقطنی کے شیخ اور مشہور حفاظ حدیث میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ حدیث و رجال کے اکابر ائمہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سند کے باقی رُواۃ یہ ہیں۔

۱۔ ابوعلی عبید اللہ بن جعفر رازی ۲۔ جعفر بن محمد رازی

۳۔ محمد بن سماعہ ۴۔ قاضی ابویوسف

امام ابویوسف کی جلالت شان محتاج بیان نہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ بقیہ حضرات سہ گانہ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:-

۱۔ عبید اللہ بن جعفر بن محمد ابوعلی۔ یہ ابن الرازی کے نام سے مشہور ہیں۔ ابوبکر ابن ابی الثلج کے پڑوسی تھے۔ حدیث کا سماع (۱) عباس بن محمد دوری (۲) ابراہیم بن نصر کندی (۳) حسن بن علی بن عفان عامری (۴) حسین بن فہم اور ان کے ہمعصر دیگر محدثین سے کیا ہے۔

تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) حافظ ابوبکر بن جعابی (۲) حافظ ابن المقری (۳) حافظ ابوجعفر عقیلی (۴) سعد بن محمد صیرفی (۵) ابوالحسین بن البواب (۶) محمد بن عبید اللہ بن شخیر (۷)، ابوالعباس بن مکرم (۸) ابن الثلاج۔

---

[1] ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی صفحہ ۲۵ جلد ا

ان کا انتقال ۳۲۱ھ میں ہوا۔ حافظ خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے۔[۵۱]

۲:۔ جعفر بن محمد ابوالفضل العبدی الرازی۔ یہ عبیداللہ بن جعفر رازی مذکور کے والد اور مشہور محدث عبدالرحمٰن بن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ صاحب "کتاب الجرح والتعدیل" کے شیوخ حدیث میں ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اپنے وطن "رے" میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ جعفر نے محمد بن سماعہ کے علاوہ عبدالرحمٰن دمشقی اور یحییٰ بن المغیرہ المتوفی ۲۵۲ھ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے

سمعت منه بالري وهو صدوق۔[۵۲]

۳:۔ محمد بن سماعہ۔ مشہور ائمہ ثقات میں ہیں۔ حافظ ابن حجر "تقریب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

محمد بن سماعة بن عبيد الله بن هلال	محمد بن سماعہ بن عبید اللہ بن ہلال تیمی کوفی حنفی
التميمي الكوفي القاضي الحنفي صدوق	قاضی صدوق ہیں۔ دسویں طبقہ میں ہیں۔ ۲۳۳ھ
من العاشرة مات سنة ثلاث وثلاثين وقد جاوز المائة۔	میں انتقال ہوا۔ ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

اور "تہذیب التہذیب" میں رقم طراز ہیں:

وقال القاضي ابو عبد الله الحسين بن علي	قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری کہتے ہیں:
الصيمري ومن اصحاب ابي يوسف ومحمد	امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں کے اصحاب میں
جميعاً محمد بن سماعة وهو من الحفاظ الثقات[۵۳]	محمد بن سماعہ بھی ہیں، ان کا شمار ثقہ حفاظ میں ہے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے امام ابوحنیفہ کی جو "مسند" لکھی ہے اس میں بھی انھوں نے یہ روایت

---

[۵۱] تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۳۵۱ طبع مصر

[۵۲] کتاب الجرح والتعدیل صفحہ ۴۸۸ جلد ۱　　طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۷۱ھ

[۵۳] جلد ۹ صفحہ ۲۰۴

اسی اسناد کے ساتھ اپنے شیخ حافظ ابوبکر بن الجعابی سے روایت کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں :

حدثنا محمد بن عمر بن سلم البغدادی وکتبت عنہ غیر حدیث وکان فیما قرئ علیہ واذن لی فی الروایۃ عنہ وحدثنی عنہ بھذا الحدیث خاصۃ ابوبکر محمد بن احمد بن عمر ومحمد بن ابراھیم بن علی قالا حدثنا محمد بن عمر بن سلم حدثنی عبداللہ بن جعفر الرازی ابوعلی من کتاب ابیہ عن محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف قال سمعت اباحنیفۃ یقول حججت۔ (الحدیث)

محمد بن عمر بن سلم بغدادی حافظ ابوبکر بن الجعابی ہی ہیں۔ "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن" کے کتب خانے میں "مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی" کے مخطوطہ کا عکس موجود ہے۔ اس میں یہ حدیث اسی طرح مرقوم ہے۔ مطبوعہ کتابوں میں سبط ابن الجوزی کی الانتصار والترجیح میں بھی یہ روایت "مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی" کے حوالہ سے منقول ہے[۱]۔ مگر وہاں طباعت کی غلطی سے عُبید اللہ کا عبد اللہ بن گیا ہے جس کی تصحیح مولانا ابوالوفا افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ "کی معرفت مجلس کے قلمی نسخہ سے کی گئی ہے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی کی "مسند ابی حنیفہ" کے حوالہ سے ان کی یہ تصریح سابق میں نقل کی جا چکی ہے کہ

"امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک، عبداللہؓ بن الحارث زبیدی اور عبداللہؓ بن ابی اوفیٰؓ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔"

امام غزالی نے بھی اس حدیث کے متن کو "احیاء العلوم" میں ذکر کیا ہے۔ اور حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے "اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین" میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے اس کے متعدد طرق کو بیان کیا ہے۔ ان طرق میں حافظ ابن المقری اور ابن عبدالبر کا طریقہ بھی ہے اور یہ بعینہٖ وہی اسناد ہے جس اسناد سے اس کو حافظ ابوبکر بن جعابی روایت کرتے ہیں، چنانچہ زبیدی کے الفاظ ہیں :

---

[۱] صفحہ ۱۱۔ ۱۲ طبع مصر

واخرجہ ابن المقری فی "مسندہ"	اس حدیث کو ابن المقری لے اپنی "مسند" میں
وابن عبدالبر فی "العلم" من روایۃ	اور ابن عبدالبر نے "العلم" میں بروایت "ابوعلی
ابی علی عبیداللہ بن جعفر الرازی عن ابیہ	عبیداللہ بن جعفر رازی عن ابیہ عن محمد بن سماعہ عن
عن محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف[۵۱]	ابی یوسف" بیان کیا ہے۔

حافظ زبیدی نے اس سند کو دو کتابوں کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ایک "مسند ابن المقری" اور دوسرے ابن عبدالبر کی "کتاب العلم"۔ مسند ابن المقری سے مراد حافظ ابن المقری کی "مسند ابی حنیفہ" ہے، جو محدثین میں بڑی مقبول اور متداول رہی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کی تصانیف میں امام صاحب کی مسند کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

وقد صنف مسند ابی حنیفۃ۔[۵۲] انھوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "تعجیل المنفعۃ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وقد اعتنی الحافظ ابو محمد	حافظ ابو محمد حارثی نے اور وہ ۳۰۰ھ کے بعد
الحارثی وکان بعد الثلاث مائۃ	ہوئے، امام ابوحنیفہ کی احادیث سے خاص طور پر
بحدیث ابی حنیفۃ فجمعہ فی	اعتنا کیا ہے۔ اور ان کو مستقل طور پر ایک علیحدہ
مجلدۃ ورتبہ علی شیوخ ابی حنیفۃ	جلد میں یکجا کرکے شیوخ ابی حنیفہ پر مرتب کردیا ہے
وکذلک خرج المرفوع منہ الحافظ	اسی طرح امام صاحبؒ کی مرویات میں جو مرفوع احادیث
ابوبکر بن المقری وتصنیفہ اصغر من	تھیں ان کی حافظ ابوبکر بن المقری نے علیحدہ تخریج
تصنیف الحارثی ونظیرہ مسند	کی۔ ان کی تصنیف حارثی کے مقابلہ میں مختصر ہے
ابی حنیفۃ للحافظ ابی الحسین	اور مسند ابی حنیفہ للحافظ ابوالحسین بن مظفر سے
بن المظفر۔[۵۳]	ملتی جلتی ہے۔

---

[۵۱] صفحہ ۷۷، جلد اول طبع میمنیہ مصر ۱۳۰۶ھ [۵۲] جلد ۳ صفحہ ۹۷۳ طبع سوم

[۵۳] صفحہ ۶ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

"مسند ابی حنیفہ" للحافظ ابن المقری کی مذکورہ بالا سند کی مزید تحقیق کے سلسلہ میں حافظ سید مرتضیٰ زبیدی، حافظ قاسم بن قطلوبغا کی "امالی" کے حوالہ سے ان کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

واما السند الذی ساقہ ابن	وہ سند جس کو ابن المقریؒ نے بیان کیا ہے:
المقریٔ ھکذا رأیتہ فی	میں نے اس کو اپنے شیخ (حافظ ابن حجر) کے پاس
اصل شیخنا من "مسندہ".	"مسند ابن المقریٔ" کا جو اصل نسخہ تھا اس میں اسی
لہ	طرح دیکھا ہے۔

جس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے پاس جو "مسند ابن المقریٔ" کا اصل نسخہ تھا اس میں یہ سند بعینہٖ اسی طرح منقول تھی۔

حافظ ابن عبدالبر کی "العلم" سے مراد ان کی مشہور کتاب "جامع بیان العلم واہلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ" ہے، اس میں بھی یہ روایت موجود ہے[۲]۔ لیکن جامع بیان العلم کے مطبوعہ نسخہ میں تصحیح کا اہتمام نہ ہونے کی بنا پر سند اور متن دونوں میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں جن کی تصحیح حافظ عبدالقادر قرشی کی "الجواہر المضیئہ[۳]" اور حافظ زبیدی کی "اتحاف السادۃ الم... اور مذکورہ بالا عبارات کو سامنے رکھ کر کرلینی چاہیے۔

بہرحال حافظ ابن المقریٔ اور حافظ ابن عبدالبر دونوں نے اس کی تخریج ایک ہی سند سے کی ہے۔ یہ سند جیسا کہ سابق میں گزرا تمام شروط صحت کی جامع ہے۔ متأخرین نے صحت سند کے لیے پانچ شرطیں رکھی ہیں، تین وجودی اور دو سلبی۔ وجودی شرائط حسب ذیل ہیں (۱) عدالت راوی (۲) کمال ضبط (۳) اتصال سماع۔ اور سلبی شرطیں[۲] وہ ہیں (۱) عدم شذوذ (۲) انتفاء علت۔ اس حدیث کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں۔ سلسلۂ سند میں سماع کا

لہ اتحاف السادۃ المتقین ص۲۳ جلد اول

۲ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۲۵ طبع منیریہ مصر

۳ ملاحظہ ہو ترجمہ عبداللہ بن جعفر رازی

اتصال ہے، شذوذ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ روایت فرد ہے۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصفہانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وھذا لا نعرف لہ تخریج الا من	حضرت ابن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے
ھذا الوجہ عن ابن الحارث بن جزء	اس حدیث کی تخریج کا صرف ایک یہی طریق معروف ہے
وھو ما تفرد بہ محمد بن سماعۃ	اور یہ وہی طریق ہے جس کی روایت کرنے میں محمد
عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ۔ [۵۱]	بن سماعہ بروایت ابی یوسف عن ابی حنیفہ منفرد ہیں۔

واضح رہے کہ حافظ ابونعیم اصفہانی نے "مسند ابی حنیفہ" میں ہر حدیث کے طرق کی تفصیل بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ چونکہ یہ حدیث فرد تھی اس لیے اس کے فرد ہونے کی انھوں نے تصریح کر دی۔ فرد ہونا صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔ صحیحین میں دو سو کے قریب افراد و غرائب موجود ہیں۔

رہا استقرار علت کا مسئلہ تو اس کے بارے میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح حدیث انما الاعمال بالنیات حضرت عمرؓ سے لے کر یحییٰ بن سعید انصاری کے طبقہ تک فرد رہی اور اس کے بعد پھر اس کے بہت سے طرق ہو گئے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے لے کر محمد بن سماعہ کے طبقہ تک فرد رہی ہے جیسا کہ حافظ ابونعیم اصفہانی کی تصریح ابھی گزری ہے۔ پھر محمد بن سماعہ کے بعد اس کے متعدد طرق ہو گئے کیونکہ ابن سماعہ سے اس کو ان کے متعدد تلامذہ نے نقل کیا ہے اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ان پر محدثین کی جرح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے اس کے تمام طرق کا تفحص نہیں کیا انھوں نے حدیث کی عدم صحت کا حکم لگا دیا اور تعجب ہے کہ حافظ ذہبی بھی اس غلطی کے حامل ہیں۔ چنانچہ "میزان الاعتدال" میں احمد بن الصلت حمانی کے تذکرہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ھذا کذب فان ابن جزء	یہ جھوٹ ہے کیونکہ عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ

---

[۵۱] التعلیق القویم صفحہ ۵۹

مات بمصر ولابی حنیفۃ ست	کا مصر میں اس وقت انتقال ہوا جب کہ امام ابو حنیفہ
سنین والآفۃ من احمد بن	چھ سال کے تھے۔ اور یہ آفت ڈھائی ہوئی احمد
الصلت کذاب ۔	بن الصلت کی ہے جو کذاب تھا۔

حافظ ذہبی کا اس بارے میں احمد بن الصلت کو متہم کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہم نے جو سند پیش کی ہے اس میں ابن الصلت سرے سے موجود ہی نہیں ہے لہذا اس آفت کو احمد بن الصلت کے سر ڈالنا اور حدیث کی صحت سے انکار کر دینا خود ایک آفت ہے۔

رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا ہے یہ خود اپنی جگہ محل نظر ہے۔ کیونکہ ان کے سنہ وفات کی تعیین میں محدثین کا اختلاف ہے۔

اور حافظ ذہبی سے زیادہ حافظ عراقی پر تعجب ہے کہ انھوں نے "تخریج احادیث احیاء" میں عبداللہ بن الحارث بن جزء کی وفات کے سلسلہ میں یہاں تک فرما دیا ہے:

وقد توفی عبد اللہ بن	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عبداللہ
الحارث قبل سنۃ تسعین	بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کا ۹۰ھ سے پہلے
بلاخلاف ۔ [۱]	انتقال ہوا ہے۔

حالانکہ یہ بات قطعاً صحیح نہیں۔ چنانچہ محدث علی بن محمد بن عراق کنانی المتوفی ۹۶۳ھ اپنی کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ" میں فرماتے ہیں:

ونقل شمس الائمۃ الکردری	شمس الائمہ [۲] کردری نے "مناقب ابی حنیفہ" میں
فی مناقب ابی حنیفۃ الحدیث ونقل	اس حدیث کو نقل کر کے اسی قسم کا اعتراض جو یہاں

---

[۱] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ جلد اول صفحہ ۲۷۲

[۲] "مناقب ابی حنیفہ کے مصنف شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری المتوفی ۶۴۲ھ نہیں بلکہ امام محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف کردری بزازی صاحب "فتاوی بزازیہ" المتوفی ۸۲۷ھ ہیں اور ان کا لقب شمس الائمہ نہیں ہے۔

ما تعقب به كنحو ما هنا ثم
نقل عن الحافظ ابي بكر الجعابي
و برهان الاسلام الغزنوي انهما حكيا
ان عبدالله بن الحارث مات سنة
تسع وتسعين قال الكردري وعلى
هذا فتمكن الرواية المذكورة (قلت)
وهذا يعكر على قول الحافظ العراقي
انه مات قبل سنة تسعين بلا خلاف
والله اعلم [۵]

مذکور ہوا بیان کیا ہے اور پھر حافظ ابوبکر جعابی
اور برہان الاسلام غزنوی دونوں حضرات کا یہ قول
نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ
کا انتقال ۹۹ھ میں ہوا ہے۔ امام کردری فرماتے
ہیں کہ اس صورت میں روایت مذکورہ کا سماع
ممکن ہے۔ میں (مصنف تنزیہ الشریعۃ) کہتا ہوں کہ
یہ قول حافظ عراقی کے اس دعوی کی تردید ہے
کہ حضرت عبداللہ بن حارث کا انتقال ۹۰ھ سے
قبل ہی ہوا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کی تاریخ وفات میں مؤرخین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ متاخرین محدثین نے جن میں حافظ ذہبی بھی شامل ہیں اس سلسلہ میں مؤرخ مصر حافظ ابوسعید عبدالرحمن بن احمد بن یونس المتوفی ۳۴۷ھ کے بیان پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے کیونکہ ان کی "تاریخ مصر" متاخرین میں زیادہ متداول رہی ہے۔ اور حافظ ذہبی نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جزءؓ کا سنہ وفات ۸۶ھ ہی بتایا ہے چنانچہ اسی قول کو بعد میں زیادہ شہرت ہوگئی ورنہ ان کے سنہ وفات کے بارے میں ۸۵ھ، ۸۷ھ، ۸۸ھ اور ۸۹ھ کے اقوال تو خود حافظ عراقی تک نے نقل کیے ہیں۔ اور امام کردری نے جیسا کہ ابھی گزرا، برہان الاسلام غزنوی اور حافظ ابوبکر جعابی سے ان کی تاریخ وفات ۹۹ھ نقل کی ہے۔ اور یہی زیادہ قرین صواب ہے۔ کیونکہ حافظ ابن یونس نے اگرچہ مصر کی تاریخ لکھی ہے لیکن وہ جلالتِ شان اور علوِ مکان میں حافظ ابن جعابی کے ہم پایہ نہیں۔ حافظ ابن جعابی ان ہی کے ہم طبقہ ہیں اور حفظِ حدیث اور کثرتِ معلومات میں ابن یونس سے کہیں فائق

---

[۵] جلد ۱ صفحہ ۲۷۲

ہیں۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابن الجعابی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان اماماً فی معرفۃ العلل و ثقات الرجال وتواریخھم وما یطعن علی الواحد منھم لم یبق فی زمانہ من یتقدمہ۔ ؎۱

یہ علل، ثقات رجال، تاریخ رجال اور جو کچھ کسی راوی پر جرح و قدح ہوئی ہے ان تمام امور کی معرفت میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ ان کے زمانے میں کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اس سلسلہ میں ان سے بڑھا ہوا ہو۔

چار لاکھ حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں اور چھ لاکھ حدیثوں کا مذاکرہ رہتا تھا۔ حافظ ابن الجعابی نے طلب حدیث میں مختلف ممالک کے سفر کیے تھے۔ لیکن ابن یونس نے مصر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی ابن یونس کے تذکرہ میں تصریح ہے:

ولم یرحل ولا سمع بغیر مصر۔

انھوں نے نہ تو طلب حدیث کے لیے سفر کیا اور نہ مصر کے محدثین کے علاوہ کسی اور محدث سے حدیث کا سماع کیا۔

+ + + +

پھر جس حدیث پر بحث ہو رہی ہے اس کا مخرج عراق ہے، اس کی روایت میں حسب تصریح حافظ ابونعیم اصفہانی امام محمد بن سماعہ منفرد ہیں، بعد کو اس خاص حدیث کا مخرج "رَی" ہو گیا۔ چنانچہ ابن سماعہ سے اس کو جعفر رازی نے اور جعفر سے ان کے بیٹے عبید اللہ نے نقل کیا اور عبید اللہ سے اس دور کے مشہور حفاظ حدیث (۱) حافظ ابوجعفر محمد بن عمرو صاحب کتاب الضعفاء الکبیر المتوفی ۳۲۲ھ نے سن کر روایت کیا۔ حافظ ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" میں اس حدیث کو ان ہی کی سند سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ "جامع بیان العلم" کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

واخبرنی عن ابی یعقوب یوسف بن احمد الصیدلانی المکی حدثنا ابوجعفر

؎۱ جلد ۳ صفحہ ۹۲۶

؎۲ اخبرنی کے بارے میں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حافظ ابن عبدالبر نے اپنے شیخ کا ذکر نہیں کیا (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

محمد بن عمرو بن موسی العقیلی حدثنا ابو علی عبید اللہ بن جعفر الرازی (الحدیث) ۵۱

اسی طرح (۲) حافظ ابن المقریؒ نے "مسند ابی حنیفہ" میں اور (۳) حافظ ابن جعابی نے "الانتصار لمذہب ابی حنیفہؒ" میں براہ راست ابو علی بن الرازی سے سُن کر درج کیا ہے جس کی تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔ ابوسعید بن یونس کے علم میں یہ روایت اس لیے نہ آسکی کہ اس روایت کا مخرج مصر نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہ نے بھی اس حدیث کا سماع مکہ معظمہ ہی میں کیا ہے اس لیے حافظ ابن یونس اس سلسلہ میں معذور ہیں ان کو اگر اس روایت کا پتہ چلتا تو وہ اپنی رائے بدل دیتے۔ معلوم نہیں حافظ ابن یونس نے حضرت ابن جزء رضی اللہ عنہ کی تاریخ انتقال کے بارے میں ۸۶ھ کی جو تعیین کی ہے اس کی بنیاد کیا ہے جب تک ان کے اس قول کی تائید میں کوئی روایت صحیح سند سے پیش نہ کی جائے اس پر کیوں کر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحابہ کے سنین وفات میں کتب طبقات صحابہ میں بکثرت اختلاف اقوال پایا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ طبقات صحابہ کا فن بعد میں مدون ہوا ہے اس لیے بہت سے صحابہ کی تاریخ وفات کی صحیح تحقیق نہ ہو سکی۔ سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہ مشہور ترین صحابی ہیں ان کے بارے میں اختلاف اقوال کی کیفیت یہ ہے کہ علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی اپنی کتاب "سبیل الرشاد فی ہدی خیر العباد" المعروف بالسیرۃ الشامیہ میں لکھتے ہیں:

مات قبل تسع عشرۃ وقیل سنۃ	حضرت ابی بن کعبؓ کا انتقال ۱۹ھ میں ہوا۔
عشرین وقیل اثنتین وعشرین و	بعض نے ان کا سنہ وفات ۲۰ھ اور بعض نے
قیل سنۃ ثلاثین فی خلافۃ	۲۲ھ بھی بیان کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ) معلوم نہیں وہ کون ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عبد البر نے محدث ابو یعقوب یوسف بن احمد صیدلانی کی مشہور کتاب "فضائل ابی حنیفہؒ" سے نقل کی ہے اور "فضائل ابی حنیفہ" کو وہ اپنے شیخ حکم بن منذر کے واسطے سے خود مصنف سے روایت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو "الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء" صفحہ ۱۴۲ طبع مصر)

۵۱ الجواہر المضیئۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵

عثمان قال ابو نعیم الاصبهانی وهذا هو الصحیح ۔ ۵۱

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۰ھ میں انتقال ہوا ہے۔ ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

لہٰذا بغیر تحقیق کسی ایک قول کو اختیار کر لینا جیسا کہ حافظ ذہبی نے کیا، ہرگز صحیح نہیں ہے۔ طبقات صحابہ و تابعین کے قدیم ترین مصنف حافظ ابن سعد نے "کتاب الطبقات" میں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء کا سنہ وفات ذکر نہیں کیا ہے لیکن حافظ ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" میں جہاں اس روایت کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ افادہ بھی فرما دیا ہے کہ

وذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان اباحنیفة رأی انس بن مالک و عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی ۵۲

محمد بن سعد کاتب [معروف] واقدی نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشی "الجواہر المضیئة" میں حافظ ابن عبدالبر کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هکذا ذکرہ وسکت عنه۔ + + + + + +

ابن عبدالبر نے اسی طرح بعینہٖ اس کو نقل کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس بارے میں ابن سعد کی رائے سے متفق ہیں)

نہ صرف سکوت بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے کتاب الکنیٰ میں یہ صراحت لکھا ہے کہ "امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے حدیث سنی ہے اور اسی بنا پر ان کا شمار تابعین

---

۵۱ "سبیل الرشاد" جلد خامس قلمی۔ افسوس ہے کہ سیرت نبوی پر یہ بیش بہا کتاب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ "کتب خانہ پیر محب اللہ شاہ صاحب واقع پیر جھنڈو" میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۹۸۱ھ ہے۔

۵۲ جامع بیان العلم صفحہ ۴۵

میں ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت سابق میں نقل کی جاچکی ہے۔

اسی طرح وہ تمام حضرات جنھوں نے صحابہ سے امام صاحبؒ کی روایت پر مستقل اجزاء تصنیف کیے ہیں۔ انھوں نے بھی عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کی مذکورہ روایت کو اپنے اجزاء میں درج کیا ہے۔ اور مؤلفین اجزاء میں حافظ ابوسعد سمان جیسے حافظ حدیث بھی داخل ہیں لہٰذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اکثر حفاظ حدیث کا رجحان یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کی وفات حافظ ابن الجعابی ہی کی تصریح کے مطابق ہے۔

اس پر بھی غور کیجیے ان علماء میں حافظ ابن سعد، حافظ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابن عبدالبر اور حافظ عبدالقادر قرشی نے بصراحت حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے امام صاحب کے سماع کو ثابت کیا ہے اور ابن سعد، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر یہ وہ حضرات ہیں، جنھوں نے تراجم صحابہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور حافظ ابن المقریٔ، حافظ ابن الجعابی، حافظ ابوسعد سمان اور حافظ عبدالقادر قرشی جیسے اکابر حفاظ کے بارے میں قلتِ نظر کا گمان کس کو ہوسکتا ہے۔ اسی لیے حافظ ذہبی کے بعد آنے والے بہت سے مؤرخین نے ان کی رائے کو قابلِ التفات نہیں سمجھا اور صاف لفظوں میں فیصلہ کردیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء سے اس حدیث کو سُنا تھا۔ چنانچہ محدث ابن عراق کی تحقیق ابھی آپ کی نظر سے گزری اور علامہ عبدالحی بن العماد حنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ "شذرات الذہب فی اخبار من ذہب" میں رقمطراز ہیں:

وذکر الحافظ العامری فی	حافظ عامری نے اپنی تالیف "الریاض المستطابۃ"
تالیفہ "الریاض المستطابۃ" و	میں اور اسی طرح صالح بن صلاح علائی نے جنھوں نے
کذلک ملخصہ صالح بن صلاح العلائی	الریاض المستطابۃ کی تلخیص کی ہے۔ ذکر کیا ہے اور میں

۱ـ یہ کتاب مطبع شاہجہانی بھوپال سے ۱۳۰۳ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ مصنف کا پورا نام حافظ یحییٰ بن ابی بکر عامری یمنی ہے اور سنہ وفات ۸۹۳ھ ہے۔ "الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ" میں یہ عبارت صفحہ ۵۴ پر موجود ہے۔

ومن خطہ نقلت ان الامام ابا	نے صالح ہی کی اصل تحریر سے اس کو نقل کیا ہے
حنیفۃ رأی عبد اللہ بن الحارث	کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء
بن جزء الصحابی وسمع منہ قولہ	صحابی کو دیکھا ہے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم من تفقہ فی	کی مندرجۂ ذیل حدیث سنی ہے "من تفقہ فی دین
دین اللہ کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث	اللہ کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث
لایحتسب۔[1]	لایحتسب۔

مؤرخ ابن العماد نے اس سلسلہ میں بعض علماء کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں جن میں ان صحابہ کے اسماء کو نظم کر دیا گیا ہے جن سے امام ابوحنیفہ نے حدیثیں سنی ہیں۔ یہ اشعار ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہیں ؎

لَقِیَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ سِتَّۃً　　من صحب طٰہٰ المصطفی المختار

امام ابوحنیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابیوں سے ملاقات کی ہے،

انسًا وعبداللہ نجل انیسھم　　وسمیہ ابن الحارث الکرار

(۱) انس (۲) عبداللہ بن انیس (۳) عبداللہ بن الحارث،

وزد ابن اوفی وابن واثلۃ الرضی　　واضمم الیھم معقل بن یسار

(۴) عبداللہ بن ابی اوفی (۵) عامر بن واثلہ (۶) معقل بن یسار، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور محدث ابن عبدالہادی یوسف بن حسن بن احمد جمال الدین الصالحی الحنبلی نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب "الاربعین المختارہ من حدیث الامام ابی حنیفۃ" میں نقل کیا ہے۔[2]

حافظ ذہبی کی "میزان الاعتدال" اور ابن حجر عسقلانی کی "لسان المیزان" کو پڑھ کر حافظ قاسم بن قطلوبغا کو معلوم نہیں کیا وہم ہوا کہ انھوں نے اس سند کے متعلق یہ شبہ ظاہر کر دیا کہ اس میں جعفر اور محمد بن سماعہ کے درمیان احمد بن الصلت کا واسطہ ہے جو نقل ہونے سے رہ گیا ہے۔ دلیل کے طور پر انھوں نے تاریخ خطیب کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں

---

[1] جلد اول صفحہ ۲۲۷　[2] التعلیق القویم صفحہ ۵۵

جو سند مذکور ہے وہ احمد بن الصلت کے واسطہ سے ہے۔

یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے۔خطیب نے جو سند نقل کی ہے وہ حفاظ ثلاثہ ابن المقرئ، ابن الجعابی اور ابوجعفر عقیلی کی بیان کردہ سند سے بالکل مختلف ہے، ان حضرات کی سند میں ابوعلی عُبیداللہ بن جعفر رازی اپنے والد جعفر بن محمد رازی سے روایت کرتے ہیں جبکہ خطیب نے جس سند کو بیان کیا ہے اس میں عبیداللہ بن جعفر کا سرے سے کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔جعفر کا بیشک ذکر ہے لیکن وہ جعفر بن محمد نہیں بلکہ جعفر بن علی ہیں اسی طرح اول الذکر "ری" کے رہنے والے ہیں جب کہ دوسرے صاحب بغدادی ہیں۔ہم ذیل میں خطیب کی سند نقل کیے دیتے ہیں۔ناظرین مقابلہ کرکے اطمینان کرلیں:

اخبرنا القاضی ابوالعلاء الواسطی حدثنا ابوالقاسم علی بن الحسین العدرمی المقرئ بالکوفۃ حدثنا ابوالعباس محمد بن عمر بن الحسین بن الخطاب البغدادی حدثنا جعفر بن علی القاضی البغدادی حدثنا احمد بن محمد الحمانی قال حدثنا محمد بن سماعۃ القاضی حدثنا ابویوسف عن ابی حنیفۃ (الحدیث) ؎۵

علاوہ ازیں جعفر بن محمد اور محمد بن سماعہ کے درمیان کسی واسطہ کی ضرورت بھی نہیں ہے جعفر بن محمد کے صاحبزادے عبیداللہ بن جعفر کا سنہ وفات ۳۲۱ھ ہے اور ان کے شاگرد ابن ابی حاتم کا سنہ وفات ۳۲۷ھ ہے۔جعفر رازی کا سنہ وفات نہیں ملتا۔ان کے صاحبزادے کی تاریخ وفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یقیناً تیسری صدی کے اوائل میں پیدا ہوئے ہیں اور محمد بن سماعہ کا انتقال ۲۳۳ھ میں ہوا ہے۔اس لیے ان دونوں کا لقاء ممکن ہے۔احمد بن الصلت تو خود عُبیداللہ بن جعفر رازی کے ہمعصر ہیں اس لیے کہ ان کا سنہ وفات ۳۰۸ھ ہے۔

غرض یہ وہ حدیث ہے جس کی صحت پر خواہ مخواہ محض اس لیے شبہ کیا جارہا ہے کہ ابن یونس نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ وفات ۸۶ لکھ دیا ہے اور بعد کے دور میں اس کی روایت احمد بن صلت کے واسطہ سے شہرت پکڑ گئی اور وہ اتفاق سے مجروح

؎۵ ملاحظہ ہو "تاریخ بغداد" جلد ۳ صفحہ ۳۲ طبع مصر

ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ متعصبین نے نعیم بن حماد خزاعی کی توثیق اس لیے کی ہے کہ وہ "مثالب ابی حنیفہ" کا مدون ہے اور احمد بن صلت حمانی کو اس لیے مجروح کیا ہے کہ وہ "مناقب ابی حنیفہ" کا مصنف ہے۔ لیکن اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ نہ تو اس روایت میں احمد بن الصلت متفرد ہے کہ اس کو اس بارے میں متہم کیا جائے۔ البتہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کی وفات ۸۶ھ ہی میں ہوئی ہے۔ لہذا اس حدیث کی صحت پر جو شبہات کیے جاتے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔

۴۳۔ سید الحفاظ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین حنفی المتوفی ۲۳۳ھ جن کے آگے امام بخاری اور امام مسلم نے علم حدیث میں زانوئے تلمذ تہ کیا ہے اپنی کتاب "التاریخ والعلل" میں رقمطراز ہیں:

ان ابا حنیفۃ صاحب الرأی سمع عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنہا تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا اکلہ ولا احرمہ۔[۵۱]	بلاشبہ ابوحنیفہ صاحب رائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے کثیر التعداد لشکر ٹڈیاں ہیں جن کو میں نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

قلت کذلک ھو فی تاریخ یحییٰ بن معین روایۃ ابی العباس الاصم عن عباس الدوری عنہ۔[۵۲]	میں کہتا ہوں۔ تاریخ یحییٰ بن معین میں جس کو ابوالعباس الاصم نے عباس دوری سے روایت کیا ہے یہ روایت اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی صحابیت کے بارے میں جن حضرات نے شبہ کا اظہار کیا ہے ان میں دارقطنی، ذہبی اور ابن حجر بھی پیش پیش ہیں۔ ان حضرات کے شبہ کی بنیاد صرف یہ ہے کہ امام شافعی نے "کتاب الام" میں حدیث مس ذکر پر بحث کرتے ہوئے کسی جگہ یہ لکھا ہے کہ "وہ معروف نہیں ہیں۔" امام شافعی کا یہ قول ہمیں "کتاب الام" کے

---

[۵۱] و [۵۲] لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا

مطبوعہ نسخوں میں بحث نقض الوضوء من مس الذکر میں نہیں مل سکا۔ البتہ حافظ ابن حجر نے اس سلسلہ میں "لسان المیزان" میں امام شافعی کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

رویناقولنا من غیربسرۃ والذی	ہم نے اپنے اس قول کو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا
یعیب علینا الروایۃ عن بسرۃ	کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی روایت کیا ہے وہ لوگ
یروی عن عائشۃ بنت عجرد	جو ہمیں حضرت بسرہ سے روایت کرنے پر عیب لگاتے
وغیرھا من النساء اللواتی	ہیں وہ عائشہ بنت عجرد اور ان جیسی دیگر خواتین سے
لسن بمعروفات و یحتج	جو معروف نہیں ہیں روایت کرتے ہیں اور پھر ان
بروایتھن ویضعف حدیث	کی روایتوں سے حجت قائم کرتے ہیں اور بسرہ کی
بسرۃ مع سابقتھا وقدم	حدیث کو ان کی سابقیت اور قدیم الہجرت ہونے
ھجرتھا۔[۱]	کے باوجود ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

لیکن اس عبارت میں بھی بصراحت ان کی صحابیت کا کہیں انکار نہیں ہے البتہ امام شافعی نے الزامی جواب دیتے ہوئے صرف اس قدر کہا ہے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد معروف نہیں ہیں۔ لیکن امام شافعی کے ان کو نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابیہ ہی نہ ہوں اس لیے کہ اگرچہ امام شافعی ان سے واقف نہیں ہیں تاہم امام ابوحنیفہ، عثمان بن راشد، حجاج بن ارطاۃ جیسے جلیل القدر حضرات نہ صرف یہ کہ ان سے واقف ہیں بلکہ وہ حضرت عائشہ سے روایت بھی کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مجہول شخص سے دو راوی روایت کرلیں تو اس کی جہالت ختم ہوجاتی ہے اور یہاں تو دو نہیں تین حضرات روایت کرتے ہیں پھر اصول حدیث کا مسلمہ اصول ہے کہ صحابی کی جہالت مضر نہیں ہے اس لیے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بالاتفاق روایت میں عادل سمجھے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سماع کی خود تصریح بھی موجود ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں:۔

---

[۱] ملاحظہ ہو "لسان المیزان" ترجمہ عائشہ بنت عجرد

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ
یقولُ ۔	فرماتے تھے ۔

اور حافظ یحییٰ بن معین نے اس نقل کو تسلیم رکھتے ہوئے ان کی صحابیت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی "تجرید اسماء الصحابہ" میں لکھتے ہیں :

قال ابن معین لها صحبة ۔	ابن معین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
؎۱	کی صحبت با برکت سے مشرف ہوئی تھیں ۔

حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنن دار قطنی میں بھی ایک روایت منقول ہے جس کو نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں :

لیس لعائشة بنت عجرد الا هذا الحدیث	عائشہ بنت عجرد سے صرف یہی ایک حدیث مروی
وعائشة بنت عجرد لاتقوم بها حجة ؎۲	ہے اور عائشہ بنت عجرد سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی ۔

لیکن محدث دارقطنی کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ بنت عجرد سے صرف یہی ایک حدیث مروی نہیں ہے بلکہ دو روایتیں اور بھی مروی ہیں ان میں سے ایک تو یہی حدیث ہے جس کو امام یحییٰ بن معین نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے ۔ اور دوسری حدیث "مسند ابی حنیفہ" میں حافظ طلحہ بن محمد نے روایت کی ہے جس کو امام ابوحنیفہ نے عثمان بن راشد کے حوالے سے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ؎۳ ۔ یہ دو حدیثیں تو وہ ہیں جو ہمارے علم میں ہیں ممکن ہے اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہوں لہٰذا دارقطنی کا یہ کہنا کہ "لیس لعائشة بنت عجرد الا هذا الحدیث" کسی طرح درست نہیں ہے ۔

دوسری بات اس لیے صحیح نہیں کہ حافظ ذہبی کی تصریح ہے کہ صنفِ اناث میں کوئی فرد مجروح نہیں ہے ۔ چنانچہ "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں :

وما علمت من النساء من	عورتوں میں سے کسی کے بارے میں میرے علم میں نہیں کہ
اتهمت ولا من ترکوها ؎۴	اس کو متہم کیا گیا ہو اور محدثین نے اس سے روایت ترک کر دی ہو ۔

؎۱ صفحہ ۲۸۶ ؎۲ سنن دارقطنی صفحہ ۳۰ طبع فاروقی دہلی ؎۳ جامع مسانید الامام الاعظم جلد ۲ صفحہ ۲۲۱

؎۴ میزان الاعتدال جلد ۳ فصل النساء